یہ بات کھل جائے گی کہ قرآن واقعی برحق ہے۔کیا یہ بات کافی نہیں ہے کہ تیرا رب ہر چیز کا شاہد ہے؟''

کائنات کی ابتدا، آغازِ انسانیت، زندگی کی حقیقت اور زمین و آسمان کے درمیان ارتباط جیسے دیگر بے شمار مسائل ہیں کہ جن کے بارے میں جب ہم قرآن کریم کے بیان کو دیکھتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں کہ قرآن پاک نے ان پر کتنے فطری، مبنی برحقیقت اور انسانی عقل اور سوچ سے مطابقت رکھنے والے اسلوب میں گفتگو کی ہے۔اسی طرح قرآن پاک نے اس مادی زندگی کے خاتمے، روز قیامت اور اس میں رونما ہونے والے حالات کا جو نقشہ کھینچا ہے، ان پر غور کرنے سے انسان حیران اور ششدر رہ جاتا ہے!

حیرت ہوتی ہے ان بہت سارے مصنفین اور اہلِ علم پر جو قرآن مجید کے واضح دلائل اور فطری حقائق کے ہوتے ہوئے، ڈارون کے بے بنیاد اور نام نہاد نظریۂ ارتقا کو قبول کرتے ہیں۔ ڈارون کا یہ نظریہ کتنا غیر منطقی ہے کہ انسان درحقیقت کسی اور حیوان کی ارتقائی شکل ہے۔لیکن اس کے باوجود یہ لوگ ڈارون سے اس درجہ مرعوب ہوتے اور اس فکر میں گھلے چلے جاتے ہیں کہ قرآن پاک میں یہ نہیں آنا چاہیے کہ انسان کی پیدایش تو مٹی سے ہوئی ہے۔ وہ یہ بھی نہیں سوچتے کہ ڈارون ایک انسان ہے اور انسان کا علم محدود ہوتا ہے، وہ بہت ساری چیزوں کا ادراک نہیں کر پاتا۔ پھر ان صاحب ایمان دانش وروں نے یہ تکلیف بھی گوارا نہیں کی کہ ڈارون کے نظریے کے برعکس نقطۂ نظر رکھنے والے بے شمار علما کی تحقیقات اور نظریات دیکھ کر اس کے نظریے کو باطل ثابت کریں۔ نہ ان کو یہ توفیق ہوئی کہ قرآن پاک کی اس بلیغ تعبیر کو غائر نظر سے دیکھ کر ڈارون کے بودے نظریے کی حقیقت کو سمجھیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق انسان کے مراحل کتنے واضح اور کھول کھول کر بیان فرمائے ہیں: ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ○ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ○ (السجدہ ۳۲:۸-۹)''جو چیز بھی اس [رب] نے بنائی ہے خوب ہی بنائی ہے۔اس نے انسان کی تخلیق کی ابتدا گارے سے کی، پھر اس کی نسل ایک ایسے ست سے چلائی جو حقیر پانی کی طرح ہے۔ پھر اس کو نک سک سے درست کیا اور اس کے اندر اپنی روح پھونک دی، اور تم کو کان دیے،

آنکھیں دیں اور دل دیے، تم لوگ کم ہی شکر گزار ہو"۔ اور ارشاد ہوا: مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ○ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ○ (النوح ۷۱: ۱۳-۱۴) "تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ اللہ کے لیے تم کسی وقار کی توقع نہیں رکھتے؟ حالانکہ اس نے تم کو خلقت کے مختلف مراحل سے گزارا"۔

حق اور انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ یہ حضرات سچے دل سے قرآن کریم کی آیات کی تصدیق کرتے۔ اس کے بعد ماہرین کی تحقیقات اور بحثوں کے نتائج کو قرآن کی روشنی میں دیکھتے اور آخری فیصلہ قرآن ہی کا مانتے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (یوسف ۱۲: ۲۱) "اور اللہ اپنے ارادے کی تنفیذ پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے"۔ اور: وَ مَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ○ (بنی اسرائیل ۱۷: ۸۵) "اور تمھیں تو بس تھوڑا سا ہی علم عطا ہوا ہے"۔

○ **اللّٰہ کی صفات کے بارے میں مفسرین کی غلطیاں:** یہ موضوع بھی علما کی اصطلاح میں مابعد الطبیعیات یا سمعیات کے نام سے موسوم ہے جن کا ذکر قرآن پاک میں کثرت کے ساتھ آیا ہے۔ اس بارے میں بھی بہت سارے لوگ غلطی اور خطا کے مرتکب ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر قرآن پاک میں: جنات کا ذکر ہے، ملائکہ کا بیان ہے، موت اور حالت نزع، قبر، روزِ قیامت، جزا و سزا، جنت اور جہنّم کا تذکرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر ہے۔ قرآن کریم نے ان موضوعات کا بتفصیل اور بکثرت ذکر کیا ہے، مثلاً جنات کی بات کرتے ہوئے ان کے ایمان و فہم اور اختیار کا ذکر کیا ہے۔ فرشتوں کے اوصاف و فرائض بیان کیے ہیں۔ احوال موت، حیات بعد الممات اور حسابِ یوم الدین کا ذکر کیا ہے، جزا و سزا کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے: فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ○ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ○ (الزلزال ۹۹: ۷-۸) "جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی وہ بھی اس کو دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر بھی بدی کی ہوگی وہ اسے دیکھے گا"۔

اسی طرح قرآن پاک میں بڑی تفصیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفات کا تذکرہ موجود ہے۔ کمال کی تمام صفات اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کی گئیں ہیں۔ ہر کمزوری اور نقص سے اس کے مبرا و پاک ہونے پر تاکیداً بات کی ہے اور اس کی کامل نفی کی ہے کہ کوئی اس جیسا ہوسکتا ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (الشوریٰ ۴۲:۱۱) ''اس کی مانند کوئی چیز بھی نہیں ہے اور وہی سننے اور دیکھنے والا ہے''۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (اخلاص ۱۱۲:۴) ''اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے''۔ اسی طرح قرآن پاک میں اللہ رب العزت کے لیے ہاتھ، چہرے، آنکھ اور حواس کی اضافت بھی موجود ہے۔

بلاشبہہ قرآن پاک میں اس مادی کائنات کے علاوہ جن چیزوں کا بیان موجود ہے، یہ تمام چیزیں مادی کائنات کی حدود اور اس کے قواعد سے باہر ہیں۔ انسانی عقل آج تک اپنے گرد پھیلی ہوئی مادی کائنات کے مکمل اسرار جاننے سے ہی عاجزی کا اظہار کرتی چلی آرہی ہے۔ چہ جائے کہ وہ ماورائے طبیعیات اشیا کو سمجھ سکے اور ان کا ادراک کر سکے۔

اس حوالے سے یہ متجددین ایک بہت بڑی غلطی کا شکار ہوئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جس چیز کی حقیقت تک ہماری عقل کی رسائی نہیں ہوتی، ہم اس کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ 'جن' کیا چیز ہیں، جن کی حقیقت ہم سے پوشیدہ ہے؟ یہ فرشتے کیا ہوتے ہیں، جن کی اصلیت اور حقیقت سے ہم ناواقف ہیں؟ یہ موت کے بعد زندگی کیونکر ممکن ہے، جب کہ ہمارے مادی عناصر تحلیل ہوجائیں گے؟ پھر اس کا اپنے اصل کی طرف لوٹانا کیسے ممکن ہے؟ تم اپنے ایمان اور گمان کے مطابق ہمارے اجسام اور روح کی جو بات کرتے ہو، ہم تو اس کا احساس ہی نہیں کر سکتے۔ بس یہ مادی عناصر ہی ہمارے بدن میں تصرف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ سردی ہمیں اذیت دیتی ہے، گرمی ہمیں تکلیف پہنچاتی ہے، زہر ہمیں مار دیتا ہے۔ کھانا پینا ہمیں تقویت دیتا ہے اور ہوا ہم کو تروتازہ رکھتی ہے اور یہ تمام چیزیں مادی کائنات سے متعلق ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اس تنگ نظری کے سبب وہ بہت بڑی الجھن اور گمراہی میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ پھر اس ذہنیت کے تجدد پسند لوگ، دو گروپوں میں تقسیم ہوجاتے ہیں۔ ایک گروپ تو ان تمام ماورائے طبیعیات اشیا کا انکار کر بیٹھتا ہے۔ دوسرا گروپ اپنی طرف سے تاویلات کر کے اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ: ان چیزوں کی کوئی حقیقت نہیں، بلکہ یہ صرف ایک تمثیل ہے یا پھر مجرد ایک تخیل۔ سچی بات یہ ہے کہ یہ دونوں گروپ راہ ہدایت کو چھوڑ کر بہت بڑی گمراہی میں جا پڑے ہیں۔ اگر ان لوگوں میں تھوڑا بہت بھی انصاف ہوتا تو یہ جان لیتے کہ ایک عقل مند عالم کی بنیادی خصوصیت ہی یہ ہوتی

ہے کہ جس چیز تک اس کے علم کی رسائی نہ ہو سکے تو وہ بلاتامل اس بارے میں اپنے عجز اور قصور کا اعتراف کر لیتا ہے۔ حقائق کے انکار کے بجائے وہ اپنے فہم و ادراک کو موردِ الزام ٹھیراتا ہے اور انھیں جاننے کی کوشش کرتا ہے۔

اس کائنات میں آج تک انسانی عقل نے جتنے حقائق تک رسائی حاصل کی ہے اور جتنے انکشافات ہوئے ہیں، یہ ان اسرار کی نسبت بہت ہی کم ہیں، جو ابھی تک پوشیدہ اور سربستہ ہیں۔ ایک چھوٹے سے جزیرے کو ایک بہت بڑے سمندر سے کیا نسبت ہو سکتی ہے، بلکہ جزیرہ بھی بہت بڑی چیز ہے، اس معلوم اور نامعلوم کے درمیان کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔

علم کائنات کے بڑے بڑے ماہرین نے اپنی کم مایگی اور عجز کا اعتراف کیا ہے اور کرتے رہیں گے۔ ان میں سے بعض نے کہا کہ "عصرِ حاضر کے عالم کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ متواضع اور جرأت مند ہو۔ اسے متواضع اس لیے ہونا چاہیے کہ اس کائنات کے کسی قابلِ ذکر راز کی حقیقت تک وہ ابھی تک پہنچ ہی نہیں پایا۔ کائنات کے اتنے کثیر مجہولات ابھی تک موجود ہیں، جن سے بے خبری کا اعتراف کرنا جرأت کے بغیر ناممکن ہے۔

اس لیے ماورائے طبیعیات حقائق کو محض اس بنیاد پر رد کرنا اور ان کی تکذیب کرنا کہ وہ ہمارے حواس کے دائرے میں نہیں آرہے ہیں اور ہماری عقل ان کے ادراک سے عاجز ہے، یقیناً ایک غیر علمی و غیر منطقی رویہ، ایک بڑا ظلم اور کھلی گمراہی ہے۔ اس ضمن میں معذرت خواہی پر مبنی مختلف قسم کی تاویلیں کرنا ایک تکلف ہے، اور اس ڈگر پر چلتے ہوئے لکھی جانے والی کتابیں محض خرافات، افسانوں اور داستانوں پر مشتمل ہیں، جن کے لیے قرآن و سنت میں کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

اسلامی اور دینی بحثوں کے سلسلے میں یہ کوئی نیا عنوان نہیں، بلکہ جب سے یونانی فلسفے کا ترجمہ عربی میں ہوا، اور وہ اسلامی علوم کا جزو بنا، اس وقت سے آج تک یہ مضمون مسلسل زیر بحث رہا ہے۔ اس میں خیر کی توفیق پانے والا شخص صرف وہی ہے، جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نورِ ایمان کے لیے کھول دے۔

○ **بہترین تفسیر:** ایک دفعہ مجھ سے میرے ایک ساتھی نے پوچھا کہ: قرآن مجید کی سب سے اچھی اور بہترین تفسیر کون سی ہے، اور قرآن فہمی کا آسان ترین راستہ اور طریقہ کیا ہے؟

میں نے ایک ہی لفظ میں اس کا جواب دیا اور کہا کہ: قلبك، یعنی قرآن پاک کی بہترین تفسیر اور اس کو سمجھنے کا آسان طریقہ 'تیرا دل ہے'۔

بلاشبہہ مومن کا دل ہی اللہ تعالیٰ کی کتاب کی بہتر ترین تفسیر اور اس کو سمجھنے کا کامیاب ترین ذریعہ ہے۔ اس لیے کہ جب ایک بندۂ مومن، تدبر وانہماک اور نہایت عاجزی اور خشوع کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کرنے لگتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے رشد و ہدایت کی درخواست کرتے ہوئے دست بہ دعا ہوتا ہے، ساتھ ہی ساتھ رسولؐ اللہ کی سیرت طیبہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے، اسباب نزول کو اس کے ساتھ جوڑ دیتا ہے، تو لامحالہ اس وقت وہ قرآن مجید کے صحیح اور درست فہم کو پالیتا ہے۔

اس کے بعد اگر وہ تفسیر کی کسی خاص کتاب کا مطالعہ کرتا بھی ہے تو صرف اس لیے کرتا ہے کہ کسی مشکل لفظ کے معنی یا کسی مبہم ترکیب کو سمجھے۔ گویا کہ قرآن فہمی کے مذکورہ طریقے کو اختیار کرنے کے بعد مطالعۂ تفسیر، اس فہم میں مدد و معاون ہوا کرتا ہے۔ یہ قرآن فہمی پھر اس شخص کے لیے ایسا نور بن جاتی ہے جو ہمیشہ اس کے دل کی دنیا کو منور کیے رکھتی ہے۔

امام محمد عبدہٗ اپنے شاگردوں کو وصیت کیا کرتے تھے کہ: ''قرآن پاک کی تلاوت باقاعدگی اور تسلسل کے ساتھ کیا کرو۔ اس کے اوامر نواہی کو اسی طرز پر سمجھنے اور اس مبارک کتاب سے نصائح اور دروس کو اس طریقے پر تلاش کرنے کی کوشش کیا کرو، جس طرح کہ نزول وحی کے زمانے میں ہوا کرتا تھا۔ کسی مشکل لفظ کو سمجھنے یا کسی مبہم ترکیب کو حل کرنے کے علاوہ تفسیر کے پیچھے نہ پڑو، بلکہ قرآن کے اصل معنی اور مراد کو پلے باندھ لو، پھر جس طرف قرآن کریم تمھیں لے کر چلنا چاہتا ہے، اسی طرف چلو اور اپنے فکر و خیال اور شوق کو اسی سمت یک سو کیے رکھو جس کا تم سے قرآن پاک مطالبہ کرتا ہے''۔

بلاشبہہ جو شخص بھی قرآن پاک کو سمجھنے کے لیے یہ طریقہ اپنائے گا، وہ دل میں اس کی گہری تاثیر کو ضرور محسوس کرے گا۔ اسے قرآن فہمی میں ملکہ حاصل ہوگا۔ یہ قرآن اس کی دنیا اور آخرت دونوں جہاں کو روشن اور منور کر دے گا، ان شاء اللہ۔

***

# وہ کون ہے؟

## وہ کون ھے

جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمھارے لیے آسمان سے پانی برسایا پھر اُس کے ذریعے وہ خوش نما باغ اُگائے جن کے درختوں کا اُگانا تمھارے بس میں نہ تھا؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دُوسرا خدا بھی (ان کاموں میں شریک) ہے؟ (نہیں) بلکہ یہی لوگ راہِ راست سے ہٹ کر چلے جا رہے ہیں۔

## وہ کون ھے

جس نے زمین کو جائے قرار بنایا اور اس کے اندر دریا رواں کیے اور اس میں (پہاڑوں کی) میخیں گاڑ دیں اور پانی کے دو ذخیروں کے درمیان پردے حائل کر دیے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی (ان کاموں میں شریک) ہے؟ نہیں، بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نادان ہیں۔

## وہ کون ھے

جو بے قرار کی دُعا سُنتا ہے جب کہ وہ اسے پُکارے اور کون اس کی تکلیف رَفع کرتا ہے؟ اور (کون ہے جو) تمھیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی (یہ کام کرنے والا) ہے؟ تم لوگ کم ہی سوچتے ہو۔

## وہ کون ھے

جو خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں تم کو راستہ دکھاتا ہے اور کون اپنی رحمت کے آگے ہواؤں کو خوش خبری لے کر بھیجتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا بھی (یہ کام کرتا) ہے؟ بہت بالا و برتر ہے اللہ اُس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

## وہ کون ھے

جو خلق کی ابتدا کرتا اور پھر اس کا اعادہ کرتا ہے؟ اور کون تم کو آسمان اور زمین سے رِزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی (ان کاموں میں حصہ دار) ہے؟ کہو کہ لاؤ اپنی دلیل اگر تم سچے ہو۔ (النمل ۲۷: ۶۰-۶۴)

عطیہ اشتہار: چوہدری عبدالمجید

# تفسیر سورۃ الحجرات

## امام حسن البنا°

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ٥ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ٥ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ٥

(الحجرات ۴۹:۱-۳)

ان آیات مبارکہ کو باہم مل کر پڑھتے ہیں۔

جس طرح میں نے پڑھا ہے اس طرح آپ بھی پورے غور وفکر کے ساتھ اور ہمہ تن گوش ہوکر ان آیات کی تلاوت کریں۔ آیات کی تلاوت کے بعد اپنے آپ کو مخاطب کر کے یہ سوالات پوچھیے جس طرح میں نے اپنے آپ سے پوچھے ہیں۔ ان آیات مبارکہ پر غور کرنے کے نتیجے میں اگر آپ کے حاصل کردہ جوابات میرے جوابات کے مطابق نکلے تو فبہا اور اگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ پر مجھ سے زیادہ علم ودانش کے دروازے کھول دیئے تو اس پر اللہ پاک کا شکر بجالائیے۔ پھر اگر آپ نے ان فوائد میں مجھے بھی شریک کرلیا تو بہت ہی اچھا ہوگا اور اگر آپ ایسا نہ کر پائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ ہاں میں اپنے علم کی حد تک ان آیات کا سبب نزول اور ان کے متعلق وارد شدہ

---

° مترجم: فصیح اللہ عبدالباقی

احادیث کی روشنی میں حاصل کردہ نتائج سے آپ کو مطلع کروں گا۔

آپ جان چکے ہوں گے کہ قرآن فہمی کے متعلق جو کچھ میں لکھنے چلا ہوں وہ تفسیر قرآن کے بہ نسبت مدارسۂ قرآن کے زیادہ قریب ہے۔

[مدارسۂ قرآن: باہم مل کر پڑھنا] اور کیوں نہ ہم مدارسۂ قرآن کریم کریں؟ مدارسۂ قرآن میں کیا حرج ہے؟ اور یہ (مدارسۂ قرآن) انواع تفسیر میں سے ایک اعتبار سے جدید اور اسالیب قرآن فہمی میں کیوں نہ ایک نیا اسلوب تفسیر قرار پائے؟ اس نئے اسلوب تفسیر قرآن (مدارسۂ قرآن) کے مطابق سورۂ الحجرات کی تفسیر کا آغاز کرتے ہیں۔

الفاظ کے معانی: الجهر، آواز بلند کرنا، حبوط الاعمال، اعمال کا غارت ہونا اور اس کا اجر و ثواب ضائع ہونا، الامتحان: جانچنا، آزمایش کرنا۔ ان کلمات کے معانی جاننے کے بعد میں نے اپنے آپ کو مخاطب کر کے یہ استفسارات کیے: ان آیات مبارکہ کا ماقبل سے کیا ربط ہے؟ ان کا سبب نزول کیا ہے اور ان کا مقصد کیا ہے؟ ان آیات میں ہمارے لیے کیا فوائد، دروس اور کون سے احکام موجود ہیں؟

لیجیے اب ان سوالات کے جوابات حاضر ہیں:

ان آیات کا ماقبل سے ربط: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفتح کے آخر میں ارشاد فرمایا ہے: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ۔ آپ ملاحظہ کر رہے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب، آپؐ کی ذمہ داریاں اور فرائض رسالت بیان فرمائے ہیں۔ اسی طرح مؤمنین کی بعض خصوصیات اور نمایاں صفات کا تذکرہ بھی فرمایا ہے۔

اس کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اگلی آیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بحیثیت نبی، زعیم اور قائد، مسلمانوں پر حقوق کی بات کی جائے۔

سبب نزول اور اس کا مقصد: اس آیت مبارکہ کے نزول کے حوالے سے ایک گروہ کی رائے یہ ہے کہ یہ بنو تمیم کے وفد کی آمد کے موقع پر اس وقت نازل ہوئی جب رسولؐ اللہ کے سامنے باہمی تکرار کے دوران حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی آوازیں قدرے بلند ہونے لگیں۔

اس گروہ کی دلیل عبداللہ بن زبیرؓ کی وہ روایت ہے جس کو امام بخاری، ابن المنذر راور ابن مردویہ نے روایت کیا ہے، جس کے مطابق جب بنوتمیم کا وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا: قعقاع بن معبد کو امیر بنائیں اور حضرت عمرؓ نے کہا: اقرع بن حابس کو امیر بنائیں۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا: آپ تو میرے خلاف ہی کہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا: میرا ارادہ آپ کی مخالفت کا نہ تھا۔۔۔اس معاملے میں ان کے درمیان تکرار ہوئی، یہاں تک کہ ان کی آوازیں بلند ہوگئیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔

دوسری رائے یہ ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب بعض مسلمانوں نے نحر کے روز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اپنی قربانی کے جانوروں کو ذبح کیا۔ اس کی دلیل حسن رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے جس کو عبد بن حمید ابن جریر اور ابن المنذر رنے روایت کیا ہے کہ نحر کے روز بعض لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے قربانی کی تو آپؐ نے ان کو دوبارہ قربانی دینے کا حکم دیا، جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔

تیسری رائے: یہ آیت کریمہ اس وقت نازل ہوئی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کثرت سے عرب قبائل کے وفود آنے شروع ہوگئے تھے۔ ان میں سے بعض آپؐ کی ہدایات اور تعلیمات سننے سے پہلے ہی بہت سے سوالات کی بوچھاڑ کر دیتے تھے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر ان کو اس روش سے منع کیا اور حکم فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خاموشی اختیار کیے رکھا کرو، تاآنکہ وہ ازخود تمھیں جن احکام کی تعلیم دینا چاہیں دے دیں۔

چوتھی رائے: بعض لوگوں کی رائے اس آیت کے شان نزول کے سلسلے میں یہ ہے کہ بعض لوگ احکام کے حوالے سے جلد بازی سے کام لیا کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ کاش اس بارے میں اللہ تعالیٰ ایسا حکم نازل فرمادے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو ایسی بے جا آرزوؤں سے منع کرنے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔۔۔ اس کے علاوہ بعض اور روایات بھی اس آیت کے شان نزول کے حوالے سے مروی ہیں، تاہم وہ قریب قریب ذکر شدہ اقوال کی مانند ہی ہیں۔ ہم انھی اقوال پر اکتفا کرتے ہیں، تاکہ مدارسۂ قرآن کریم کا اصل مقصد آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے پائے۔